Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.3, Issue.1 (March-2025)

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

An Analytical and Research Study of the Morphological and Syntactical Discussions in *Fath al-Bari* by Ibn Rajab al-Hanbal

فتح الباری از ابن رجب حنبلی کی صرفی ونحوی مباحث کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

Dr Hafiz Muhammad Asghar
(OPS) Assistant Professor
Govt. College University Faisalabad
Email: prfhafizgujjar@gmail.com

Abstract:
The Holy Qur'an and the Blessed Ahadith are in pure Arabic, which is the foundation of the unbreakable, global, and everlasting bond among Muslims. To truly understand Islamic teachings, one must gain deep insight and mastery over the primary sources of Islam—the Qur'an and Hadith—through expertise in the Arabic language and literature. When Islam remained in the Arabian Peninsula, it was naturally connected to the native speakers of Arabic, and this connection was passed down from one generation to the next. As a result, there was no difficulty in comprehending the Qur'an and Hadith. However, as Islam expanded beyond Arabia through conquests, and non-Arabs embraced Islam, several challenges arose, one of the most significant being the correct understanding of the Qur'an and Sunnah. To address this issue, a variety of scholarly pursuits were initiated, including the development of various sciences and disciplines. Among these, the sciences of Arabic morphology (Sarf) and syntax (Nahw) became crucial. The correct and complete understanding of the Qur'an and Hadith fundamentally relies on these sciences. In this context, the Hadith scholars have emphasized the importance of these linguistic tools while explaining and interpreting the Ahadith. The present paper examines these discussions, particularly focusing on the work *Fath al-Bari* by Ibn Rajab al-Hanbali, highlighting the role of Arabic grammar and morphology in the proper understanding of Hadith and Qur'anic texts.
Keywords:
Qur'an, Hadith, Arabic language, Islamic teachings, Sarf, Nahw, Fath al-Bari, Ibn Rajab, Arabic grammar, linguistic sciences.

تعارف

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ خالصتاً عربی زبان میں ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں رشتہ دائمی، عالمگیر اور انتہائی مضبوط و مستحکم ہے۔ اسلامی تعلیمات سے صحیح معنوں میں شناسائی، گہرا فہم اور اسلام کے اصل اور بنیادی ماخذ قرآن وحدیث

پر عبور حاصل کرنے اور ان میں مہارت پیدا کرنے کا سب سے پہلا ذریعہ عربی زبان وادب میں مہارت ہے۔ اسلام جب تک جزیرہ عرب میں رہا وہ اہل زبان کے ساتھ منسلک تھا، اور یہ چیز ایک نسل سے دوسری نسل تک فطرتی طور پر منتقل ہوتی رہی ۔اور قرآن و حدیث کی تفہیم میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ مگر جیسے جیسے اسلام کا دائرہ کار وسیع ہوا، فتوحات ہوئیں اور غیر عرب اسلام میں داخل ہوئے تو کئی قسم کے مسائل پیدا ہوئے۔ ان میں ایک اہم مسئلہ قرآن و سنت کی تفہیم کا تھا۔ اس مشکل اور پریشانی کو حل کرنے کے لیے کئی ایک اہم سلسلے شروع ہوئے۔ ان میں سے ایک اہم سلسلہ مختلف علوم وفنون کی تدوین تھا، انہی علوم وفنون میں سے فن صرف اور فن نحو بھی ہیں۔ قرآن وحدیث کی صحیح اور مکمل تفہیم کے لیے علم صرف و نحو بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے شارحین حدیث نے احادیث کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے علم الصرف اور علم النحو سے متعلق مسائل کو بھی لیا ہے۔ ذیل میں فتح الباری از ابن رجب رحمہ اللہ حنبلی سے انہی مباحث کا جائزہ لیا گیا ہے۔

صرفی مباحث

1. **" اَلنُّبْذَةُ "اعراب اور معنی کی وضاحت:**

النبذة ، القطعة اليسيرة ، والكست : القسط - والقاف تبدل بالكاف - يريد : أنها تتطهر بذلك وتتطيب بهِ . انتہی۔[i]

" النبذة معمولی ٹکڑا ہے اور الکُسْتُ القسط بخور کے پور پر استعمال ہونے والی لکڑی ہے اور قاف کاف سے بدلی ہوئی ہے۔ اور اس کا خیال ہے کہ وہ اس کے ساتھ طہارت اور خوشبو حاصل کرتی ہے۔"

مراد چھوٹا سا ٹکڑا۔ کست اور القسط بھی قاف کے ساتھ تبدیلی ہو گئی ہے مقصود یہ کہ روئی کا چھوٹا سا ٹکڑا جس کے ذریعے وہ خوشبو حاصل کرتی ہے۔

علامہ ابن منظورؒ لکھتے ہیں: نبذة ای شئ یسیر[ii]۔ "یعنی تھوڑی سی چیز"

2. **"ظِفَارُ" وزن اور معنی کی وضاحت:**

و ((ظفار)) مبني على الكسر على وزن : حذام - - : ساحل مِن سواحل عدن باليمن[iii].

"اور (ظفار) حذامِ کے وزن پر مبنی علی الکسر (زیر پر مبنی) ہے یہ یمن میں عدن کے ساحلوں میں سے ایک ساحل ہے۔"

یہ کسرہ پر مبنی ہے حذام کے وزن پر مستعمل ہے عدن کے ساحلوں میں سے ایک ساحل کا نام ہے جو یمن میں واقع ہے۔

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

علامہ جوہریؒ لکھتے ہیں: هی مدينة باليمن [iv]۔ "یہ یمن کا ایک شہر ہے"

3. "اَلْفِرْصَةُ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

و ((الفرصة)) - بكسر الفاء ، وسكون الراء ، وبالصاد المهملة - ، وهي القطعة . قالَ أبو عبيد : هي القطعة من الصوف أو القطن أو غيره ، مأخوذ مِن فرصت الشيء : أي قطعته[v] .

"اور (الفرصة) فاء کی زیر، راء کے سکون اور بغیر نقطوں والی صاد کے ساتھ اور یہ ٹکڑا ہے۔ اور ابو عبیدؒ نے کہا یہ اون یا روئی وغیرہ کا حصہ ہے اور فرصت الشيء یعنی میں نے اس چیز کو کاٹا / پھاڑا اس سے ماخوذ ہے۔"

ف پر زیر را ساکن مراد ایک چھوٹا سا ٹکڑا۔ اون یا روئی کا ٹکڑا اور کاٹنے اور پھاڑنے سے ماخوذ ہے۔

4. "اَلْمَرَاحِيْضُ" واحد جمع اور معنی کی وضاحت:

و ((المراحيض)) ، قال الخطابي : هو جمع : مرحاض ، وهو المغتسل ، مأخوذ من رحضت الشيء إذا غسلته . قلت : لما كانت بيوت التخلي بالشام يستعمل فيها الماء عادةً سميت : مغتسلاً ، ولم يكن ذلك معتاداً في الحجاز ، فإنهم كانوا يستنجون بالأحجار ، فكانت المواضيع المعدة للتخلي بين البيوت تسمى عندهم : كنفاً . والكنيف : الستره ، وكل ما يستر فهو كنيف ، ويسمى الترس كنيفاً لستره [vi]

"اور (مراحيض) خطابیؒ نے کہا یہ (مرحاض) کی جمع ہے اور یہ غسل والی جگہ ہے (مرحاض) رخصت الشیء سے ماخوذ ۔ میں کہتا ہوں شام میں جب بیت الخلاء میں عادت کے طور پر پانی استعمال کیا جاتا تھا تو ان کا نام(مغتسل)رکھا گیا اور یہ حجاز میں معمول یہ تھا کہ وہ ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے تو ان کے ہاں جو جگہیں فارغ ہونے کے لیے بنائی جاتی تھیں ان کا نام کنف رکھا گیا تھا۔ اور الکنیف سترہ ہے اور ہر وہ چیز جو چھپائے / اوٹ بنے تو وہ کنیف ہے اور ڈھال کو بھی اس کے چھپانے کی وجہ سے کنیف کا نام دیا جاتا ہے۔"

یہ مرحاض کی جمع ہے غسل والی جگہیں مراد ہیں۔ جب کسی چیز کو کسی سے دھویا جائے۔ شام میں جب بیت الخلاء میں پانی کا استعمال شروع ہوا تو ان کا نام مغتسل رکھا گیا حجاز میں انہی جگہوں پر مٹی کے ڈھیلے استعمال کرتے تھے ان جگہوں کو وہ کنف کہتے تھے۔

5. "اِحْتِباءُ" باب اور معنی کی وضاحت :

الاحتباء : استفعال من الحبوة - بضم الحاء وكسرها - ، والحبوة : أن يقعد على إليتيه ، وينصب ساقيه ، ويحتوي عليهما بثوب ، أو نحوه ، أو بيده[vii].

الاحتباء حبوة سے استفعال (کا وزن) ہے۔ حبوة حاء کی پیش اور زیر کے ساتھ (دونوں طرح) ہے۔ اور حبوة یہ ہے کہ وہ اپنی "سرین پر بیٹھے اور اپنی پنڈلیاں کھڑی کر لے۔ ان پر کپڑا لپیٹ دے یا اس جیسی چیز یا اپنے ہاتھ باندھ لے۔"

یہ باب استفعال سے ہے اصل حبوہ ہے ح پر پیش اور پر زیر دونوں پر پیش ایک ہی ہے کہ سرین زمین پر رکھے اور پنڈلیاں کھڑی کر کے کپڑا لپیٹ لے۔

6. "صَيِّبٌ" باب اور معنی کی وضاحت:

وقال ابن عباس (كصيب) [البقرة : 19] المطر . وقال غيره : صاب وأصاب يصوب وقد أشار البخاري إلى تفسير قوله (: ((صيبا هنيئا)) ، فذكر عن ابن عباس ، أن الصيب هوَ المطر وقال غيره : هوَ المطر الشديد . وقد ذكر البخاري عن بعضهم ، أن الفعل الماضي منه : ((صاب وأصاب)) ، والمضارع منه : ((يصوب)) . وهذا عجيب ؛ فإن ((أصاب)) إنما تقال في ماضي ((يصيب)) ، من الإصابة التي هي ضد الخطإ . وأما ((صاب يصوب)) ، فنعمناه : نزل من علو إلى سفل . وأما رواية من روى ((سيبا)) بالسين ، فيجوز أن تكون السين مبدلة من الصاد . وقيل : بل هوَ بسكون الياء ، معناه : العطاء[viii].

"اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے" كصيب "(البقرة:19) کا معنی (المعطر) بارش کیا ہے اور دوسرے صَابَ و أَصَابَ يَصُوبُ کہتے ہیں۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (يصيبنا هنيئا) کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ الصيب، المطر (بارش) ہے۔ اور دوسرے کہتے ہیں کہ یہ (صیب) تیز بارش ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ان میں سے بعض سے ذکر کیا ہے کہ اس سے فعل ماضی صاب اور اصاب ہیں اور مضارع یصوب ہے۔ اور یہ عجیب / حیران کن بات ہے تو یقیناً اصاب کی ماضی میں تو الاصابة سے یصیب کہا جاتا ہے جو خطاء کی ضد ہے۔ اور رہا صَابَ يَصُوبُ تو اس کا معنی وہ بلندی / اونچائی سے نیچے کی طرف اترا۔ اور رہی اس کی روایت

جس نے سین کے ساتھ سیبا روایت کیا ہے تو یہ جائز ہے کہ سین صاد سے بدلی ہوئی ہے۔اور کہا گیا کہ بلکہ وہ یاء کے سکون کے ساتھ (السَّیب) ہے اور اس کا معنی عطیہ / چندہ ہے۔"

بارش، باب اصاب یصوب یعنی قال یقول اور اقام یقیم مراد یہاں بارش ہی ہے اور کچھ نے ذکر کیا ہے کہ شدید بارش مراد ہے۔اور کچھ نے فرق کیا ہے کہ باب افعال سے ہو تو معنی درستگی ہے۔خط کے بر خلاف اور صاب یصوب ہو تو کسی چیز کا اوپر سے نیچے اترنا اور کچھ نے س کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اس کا معنی ہو گا کوئی چیز عطا کر دینا دے دینا۔

خلاصہ اس میں صرفی اعتبار سے کلمات و الفاظ کی توضیح و شرح کی گئی ہے۔النبذہ معمولی ٹکڑا، ااور ساتھ اعراب واضح کیا گیا ہے۔ظفار اعراب کے ساتھ یہ بیان کہ یہ یمن کا ایک شہر ہے مرحاض ، غسل وادی جگہ صیب بارش کا نزول ، شدید موسلا دھار بارش۔

نحوی مباحث

1. " بِاللهِ"انا ضمیر منفصل اور معنی کی وضاحت:

" إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا " فيه الإتيان بالضمير المنفصل مع تأتي الإتيان بالضمير المتصل ، وهو ممنوع عند أكثر النحاة إلا للضرورة كقول الشاعر : "

ضمنت إياهم الأرض في دهر الدهارير

وإنما يجوز اختيارا إذا لم يتأت (238) الإتيان بالمتصل مثل أن يبتدأ بالضمير قبل عامله نحو : إياك نعبد ؛ فإنه لا يبتدأ بضمير متصل أو يقع بعد نحو إلا إياه . فأما قول الشاعر :

أن لا يجاوزنا إلاك ديار

فشاذ . وأما قوله : وإنما يدافع عن أحسابهم أنا أو مثلي فهو عندهم متأول على أن فيه معنى الاستثناء ، كأنه قال : ما يدافع عن أحسابهم إلا أنا "[ix].

"آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا۔ اس میں ضمیر متصل کو لانے کے آسان ہونے کے باوجود ضمیر منفصل لائی گئی ہے۔اور ضرورت کے علاوہ اکثر نحویوں کے ہاں ممنوع ہے۔جیسے شاعر کا قول ہے۔اور صرف اس وقت اختیاری طور پر لانا جائز ہے جب متصل لانا آسان نہ ہو، جیسے ضمیر سے آغاز کیا جائے اس کے عوامل سے پہلے جیسے اِیاک نعبد تو اس کا آغاز ضمیر متصل سے نہیں ہوتا۔یا اِلا وغیرہ کے بعد ضمیر واقع ہو۔تو رہا شاعر کا قول تو یہ شاذ ہے اور رہا اس کا یہ کہنا تو ان کے ہاں یہ

تاویل شدہ ہے اس طور پر کہ اس میں استثناء کا معنٰی ہے گویا کہ اس نے کہاما یدافع عن احسابهم الا أنا(ان کے حسب کا دفاع کوئی نہیں کرتا سوائے میرے)"

یہاں یہ بحث ہے کہ اس عبارت میں یہ ہے کہ ضمیر متصل لانا آسان تھا اس کے باوجود منفصل لائی گئی ہے۔ اکثر نحوی حضرات کے نزدیک یہ ممنوع ہے مگر ضرورت کے وقت جائز ہے۔ جیسا کہ مذکورہ شعر میں ہے ہاں البتہ جب ضمیر متصل لانا آسان نہ ہو تو تب ضمیر منفصل لائی جاسکتی ہے۔ آغاز ہوا جیسے ایاک نعبد میں ہے۔ یا پھر الا کے بعد ضمیر واقع ہو۔ جیسا کے شعر میں مذکور ہے اسے شاذ کہا گیا ہے ۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ تاویل کریں گے کہ یہ استثناء کے معنی میں ہو گا۔ جیسا کہ عبارت سے واضح ہے۔

2. "صُبُوْبٌ" واحد جمع اور معنٰی کی وضاحت:

والصب : جمع صبوب ، على أن أصله : صبب كرسول ورسل ، ثم خفف كرسل ؛ وذلك أن الأسود إذا أراد أن ينهش ارتفع ثم انصب على الملدوغ ، ويروى " صي على وزن حبلى ".[x]

"اور الصُّبُّ صبوب کی جمع ہے اس بنیاد پر کہ اس کی اصل صبَبٌ ہے جیسے رسول اور رسل ہے پھر اس کی تخفیف کی گئی جیسے رسل اور وہ یہ کہ بیشک سانپ جب ڈھسنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اوپر اٹھ کر اوپر سے ڈسے جانے والے پر گرتا ہے اور" صي " حُبلٰی کے وزن پر بھی روایت کیا گیا ہے۔"

واحد جمع کی وضاحت سے بات بالکل واضح ہو گئی ہے اور مختلف مثالوں سے بات مزید واضح ہو گئی ہے۔

3. "اَلْاَسَاوِدُ" واحد جمع اور معنٰی کی وضاحت:

الأساود : جمع أسود ، وهو أخبث الحيات وأعظمها.[xi]

"الأساود أسود کی جمع ہے اور وہ سانپوں میں سب سے زیادہ زہریلا اور بڑا ہے۔"

واحد جمع کی وضاحت ہو گئی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ سانپوں میں سے سب سے زیادہ زہریلہ اور بڑا سانپ شمار ہوتا ہے۔

4. "حَتَّى بِمَعْنَى حِيْنَ" اور معنٰی کی وضاحت:

وقيل : إن " حتى " فيه بمعنى " حين " ، وهذا غير معروف . وزعم ابن قتيبة أن المعنى : " لا يمل إذا مللتم " ، وزعم أن هذا الاستعمال معروف في كلام العرب ، وقد يقال : إن " حتى " بمعنى لام التعليل ، وأن المراد أن الله لا يمل لكي تملوا أنتم من العمل -. أيضا . ولو كان كذلك لقال : حتى لا تملوا ، ويكون التعليل - حينئذ -

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

بإعلامهم بأن الله لا يمل من العطاء ، فيكون إخبارهم بذلك مقتضيا لمدوامتهم على العمل وعدم مللهم وسآمتهم . و قد يقال : إنما يدل هذا الكلام عل نسبة الملل والسآمة إلى الله بطريق مفهوم الغاية . و من يقول : إنه لا مفهوم لها فإنه يمنع من دلالة الكلام على ذلك بالكلية . ومن يقول ذلك بالمفهوم فإنه يقول : متى دل الدليل على انتقائه لم يكن مرادا من الكلام . وقد دلت الأدلة عل انتفاء النقائص والعيوب عن الله تعالى ، ومن جملة ذلك : لحوق السآمة والملل له . ولكن بعض أصحابنا ذكر أن دلالة مفهوم الغاية كالمنطوق ؛ بمعنى أنه لا يجوز أن يكون ما يعد الغاية موافقا لما قبلها بمفهوم الموافقة أو غيره . فعلى قوله يتعين في هذا الحديث أحد الأجوبة المتقدمة ، والله سبحانه وتعالى أعلم[xii].

"اور کہا گیا کہ حتّٰی میں حین کا معنی ہے اور یہ بات غیر معروف ہے۔ اور ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ معنی یہ ہے لا يمل إذا مللتم جب تم تھک جاتے ہو وہ نہیں تھکتا اور اس نے خیال کیا ہے کہ یہ استعمال عرب کے کلام میں معروف ہے۔ اور کبھی کہا جاتا ہے کہ حتّٰی لام تعلیل کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ (اجر و ثواب دیتا) نہیں تھکتا تاکہ تم عمل سے نہ تھک جاؤ۔ اور اسی طرح اگر ایسا ہی ہوتا تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے حتیٰ لا تملوا تاکہ تم اکتا نہ جاؤ یا تھک نہ جاؤ۔ اور اس وقت تعلیل ان کی آگاہی کے طور پر ہوتی کہ اللہ نوازنے سے نہیں اکتاتا۔ تو ان کو اس (بات) کی خبر دینا (اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ عمل پر ہمیشگی کریں اور اکتاہٹ و اچاٹ پن کا شکار نہ ہو) ان کی عمل پر ہمیشگی اور اکتاہٹ و اچاٹ پن سے بچنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اور کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ کلام مفہوم غایت کے طریق سے اللہ تعالیٰ کی طرف اکتاہٹ و اچاٹ پن کی نسبت پر دلالت کرتا ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ اس کا کوئی مفہوم مخالف نہیں تو وہ کلی طور پر کلام کی اس پر دلالت سے روکتا ہے۔ اور جو مفہوم مخالف سے یہ بات مراد نہیں ہو سکتا۔ اور یقیناً کئی دلیلیں اللہ تعالیٰ سے نقائص و عیوب ہی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان تمام میں سے اکتاہٹ و اچاٹ پن کو اس کے ساتھ ملانا / اس کی طرف نسبت کرنا بھی ہے۔ اور لیکن ہمارے بعض ساتھیوں نے ذکر کیا ہے کہ مفہوم غایت کی دلالت منطوق جیسی ہوتی ہے۔"

یہاں۔ اس بحث میں میں حتی پر بحث ہے کہ یہ کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ حین کے معنی میں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ حتی لام تعلیل کے معنی میں ہے باقی بحث واضح ہے۔

5. " بُهْمٌ "واحد جمع اور معنی کی وضاحت:

والبهم هما بضم الباء ، وهو جمع بهيم ، ثم قيل : إن المراد به المجهول الذي لا يعرف، فعلى هذا تكون الرواية " البهم " - بضم الميم - صفة الرعاة . وقيل : بل المراد به : الذي لاشيء لهم ، كما قال : " يحشر الناس يوم القيامة حفاة بهما " . وقيل : إن " البهم " - بكسر الميم - صفة للإبل ، وأن الإبل هي السود وتطاولهم في البنيان : هو بمصيرهم مملوكا ذا ثروة وأموال[xiii].

"اور البُهم یہ باء کے پیش کے ساتھ ہے اور بہیم کی جمع ہے پھر کہا گیا ہے اس سے مراد مجہول ہے جو پہچانا نہ جاتا ہو تو اس معنی کے اعتبار سے روایت البُہمُ میم کی پیش کے ساتھ رعاۃ (چرواہوں) کی صفت ہو گی۔ اور کہا گیا ہے بلکہ اس سے مراد وہ ہیں جن کی ملکیت کوئی چیز نہ ہو۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا يحشر الناس يوم القيامة حفاة بهما لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں اکٹھے کیے جائیں گے۔ اور کہا گیا البہِم میم کے کسرہ کے ساتھ الابل (اونٹوں) کی صفت ہے اور بے شک اونٹ ہی سیاہ ہیں۔ وتطاولهم فی البنیان کا معنی ان کا مال و دولت والے بادشاہ بن جانا ہے۔"

یہاں واحد جمع کی بحث کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ بھیم کی جمع ہے اور مراد مجہول ہے تو اس اعتبار سے اگر پر پیش ہو تو چرواہوں کی صفت ہو گی اور یہ بھی کہا کہ جن کے پاس کچھ نہ ہو اور یہ بھی اگر م پر زیر ہو تو پھر اونٹوں کی صفت ہو گی مقصود یہ ہے ان کا مال دولت والا ہو جانا۔

علامہ جوہریؒ نے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔[xiv]

6. " مَحِيْضٌ " مصدر اور معنی کی وضاحت:

و ((المحيض)) ، قيل : إنَّهُ مصدر كالحيض ، وقيل : بل هوَ اسم للحيض ، فيكون اسم مصدر وقد قيل : بأن المراد بالمحيض هاهنا : مكان الحيض ، وهو الفرج[xv].

"اور (المحیض) کہا گیا کہ یہ حیض کی طرح مصدر ہے اور کہا گیا بلکہ یہ حیض کا نام ہے تو یہ اسم مصدر ہو گا۔ اور کہا گیا کہ یہاں محیض سے مراد حیض والی جگہ اور وہ شرمگاہ ہے۔"

یہ حیض سے مصدر بلکہ حیض کا نام ہی ہے۔ تو یہ اسم ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں مراد حیض والی جگہ شرمگاہ مراد ہے۔

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

7. ”حَتَّى“ غایت کے لیے اور معنی کی وضاحت:

وقوله : (حَتَّى يَطْهُرْنَ ([البقرة : 222] غاية النهي عَن قربانهن ، فيدل بمفهومه على أن ما بعد التطهير يزول النهي . فعلى قراءة التشديد المفسرة بالاغتسال إنما يزول النهي بالتطهر بالماء ، وعلى قراءة التخفيف يدل على زوال النهي بمجرد انقطاع الدم[xvi] .

”اور اللہ تعالیٰ کا فرمان حتّیٰ یطھرن ان کے قریب جانے کی ممانعت کی انتہا ہے تو یہ اپنے مفہوم مخالف سے دلالت کرتا ہے کہ (ان کی) تطہیر کے بعد نہی زائل / ختم ہو جائے گی۔ تو تشدید والی قرات کے اعتبار سے جس کی تفسیر غسل کرنے کے ساتھ کی گئی (ان کے قریب جانے کی) ممانعت پانی سے طہارت حاصل کرنے کے بعد ختم ہو گی. اور تخفیف کے ساتھ پڑنے پر وہ (قول اللہ) محض خون کے رکنے سے ہی نہی / ممانعت کے ختم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔“

اس میں دو دو چیزیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ حتیٰ غایت کے لیے استعمال ہوا ہے تو مفہوم یہ ہو گا کہ طھارت کے بعد نمی ختم ہو جائے گی۔ دوسرا اگر قراءت پر شد کے ساتھ ہو تو پھر معنی یہ ہو گا کہ پانی کے ساتھ طہارت یعنی غسل کی وجہ سے طہارت کے ساتھ نمی ختم ہو جائے گی۔

8. ”اَنَفِسْتِ“ اعراب اور معنی کی وضاحت:

وقوله (((أنفست)) ، قالَ القرطبي : قيدناه بضم النون وبفتحها ، قالَ الهروي وغيره : نفست

المرأة ونفست إذا ولدت - - يعني : بالوجهين : فتح النون وضمها - ، قالَ : وإذا حاضت [قيل] : نفست بفتح النون لا غير . فعلى هَذا يكون ضم النون هنا خطأ ؛ فإن المراد بِهِ الحيض قطعاً ، لكن حكى أبو حاتم عَن الأصمعي الوجهين في الحيض والولادة ، وذكر ذَلِكَ غير واحد . فعلى هَذا تصح الروايتان ، وأصل ذَلِكَ كله من خروج الدم وَهوَ المسمى : نفساً . انتهى . وقال الخطابي : ترجم أبو عبد الله هَذا الباب بقولِهِ : ((مِن سمى النفاس حيضاً)) ، والذي ظنه مِن ذَلِكَ وهم . قالَ : وأصل هَذهِ الكلمة مِن النفس ، وَهوَ الدم ، إلا أنهم فرقوا بين بناء الفعل مِن الحيض والنفاس ، فقالوا : نفست المرأة بفتح النون وكسر الفاء- إذا حاضت ، ونفست - بضم النون وكسر الفاء ، على وزن الفعل المجهول ، فهي نفساء إذا

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

ولدت . انتهى . ومراده : أن الرواية في هَذا الحديث هي بفتح النون ليسَ إلا ، وأن ذَلِكَ لا يراد بهِ الحيض . وعلى ما ذكره القرطبي ، أن الرواية في الحديث جاءت بوجهين ، وأن الأصمعي حكى في الحيض والولادة وجهين ، لا يحكم على البخاري بالوهم . ثُمَّ قالَ الخطابي : الحيضة - بكسر الحاء - : التحيض ، كالقعدة والجلسة ، أي : الحالة التي تلزمها الحائض مِن اجتناب الأمور وتوقيها[xvii] .

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان أَنُفِسَت قرطبی نے کہا ہم نے اس پر نون کی پیش کے ساتھ اور نون کی زبر کے ساتھ دو اعراب لگائے ہیں۔ ھروی وغیرہ نے کیا جب عورت بچہ جنے تو نَفَسَتِ الْمَرْءأة و نُفِسَت یعنی نون کے زبر اور اس کی پیش کے ساتھ دو طریقوں سے (پڑھا جاتا ہے) اور اس نے کہا جب وہ حائضہ جو (حیض آجائے) تو نون کے زبر کے ساتھ نَفِست ہی کہا جاتا ہے اس کے علاوہ نہیں۔ تو اس اعتبار سے یہاں نون کی پیش (کے ساتھ پڑھنا) غلط ہو گا۔ تو بے شک اس سے مراد قطعی طور پر حیض ہے لیکن ابو حاتمؒ نے اصمعیؒ سے حیض اور ولادت میں دونوں طریقوں کو بیان کیا ہے اور یہ بات ایک سے زائد لوگوں نے ذکر کی ہے۔ تو اس اعتبار سے دونوں روایات صحیح ہو جائیں گی اور ان میں سے ہر ایک کی اصل خون نکلنے سے ہے اور اس کا نام نَفس رکھا گیا ہے۔ اور خطابیؒ نے کہا: ابو عبد اللہؒ نے اس باب کا عنوان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان من سمى النفاس حيضا (جس نے حیض کا نام نفاس رکھا) سے قائم کیا ہے۔ اور اس سے جو (معنی) اس نے سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ اس نے کہا اور اس کلمہ کی اصل نفس سے ہے اور وہ خون ہے مگر انہوں نے فعل کی (معروف اور مجہول ہونے کی) بنیاد سے حیض و نفاس میں فرق کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا نَفِسَتِ الْمَرْأة نون کے زبر اور فاء کی زیر کے ساتھ جب عورت کو حیض آجائے اور نُفِسَت نون کی پیشکش اور فاء کی زیر کے ساتھ فعل مجہول کے وزن پر جب اس کے ہاں ولادت ہو تو یہ نفساء ہیں۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں نون کے زبر کے ساتھ بیان کیا گیا اس کے علاوہ نہیں اور اس سے حیض مراد نہیں لیا جاتا۔ اور جو قرطبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ حدیث میں دو طریقوں سے روایت آئی ہے۔ اور اصمعی نے حیض اور ولادت میں دو طریقے بیان کیے ہیں اس کے اعتبار سے بخاری ہے غلطی کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر خطابیؒ نے کہا حاء کی زیر کے ساتھ الحِيضَة (التحيض) حالت حیض میں ہونا ہے جیسے القعدة اور الجلسة (بیٹھنے کی حالت میں ہونا) یعنی وہ حالت جس میں حائضہ پر کاموں سے رکنا اور ان سے دور رہنا لازم کر دیا جاتا

ہے۔"

اس میں اعراب کی وضاحت ہے۔ن پر زبر اور پر پیش یہ تب استعمال ہوتا ہے جب عورت کے ہاں ولادت ہوتی ہے مگر معنی حیض ہو تون پر زبر ہی پڑھا جائے گا تو اس اعتبار سے ن پر پیش غلط ہے۔لیکن ایک دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حیض بھی مراد ہو سکتا ہے۔اور ولادت کے بعد والا خون بھی اصطلاحی معنی خون کا نکلنا ہے وہ حیض کی شکل میں ہو یا ولادت کے بعد ایک صورت ہے۔اگر فعل معروف ہو تو حیض کا خون اور فعل مجہول پڑھا جائے تو نفاس مراد ہو گا باقی واضح ہے۔

9. "أَوْ" بمعنی واؤ اور معنی کی وضاحت:

قد قيل أن ((أو)) هنا بمعنى الواو ، كما يقول الكوفيون ومن وافقهم ؛ فإنه لما ذكر السببين المبيحين للتيمم.[xviii]

"کہا گیا اَو یہاں واؤ کے معنی میں ہے جیسے کوفی اور ان کی موافقت کرنے والے کہتے ہیں تو شان یہ ہے کہ جب اس نے تیمم کو جائز کرنے والے دو سبب ذکر کیے۔"

یہاں لفظ "اوَ" "واوَ" کے معنی میں ہے۔دونوں سبب درست ہیں جو تیمم کے جواز کا باعث ہیں۔

10. "جُرُفٌ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

((الجرف)) : بضم الجيم والراء - : موضع بينه وبين المدينة ثلاثة أميال . و ((المربد)) : مكان بقرب المدينة.[xix]

"الجرف میم اور را کی پیش کے ساتھ۔ایک مقام ہے مدینہ اور اس کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے اور المربد مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔"

ج اور ر دونوں پر پیش مدینہ کے قریب تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ اور مقام کا نام ہے۔

11. "اَلْاَنْبِجَانِي" مذکر مؤنث اور معنی کی وضاحت:

وذكر ابن عبد البر : أن الأنبجاني مذكر في رواية الزهري ، وإنما أنثه مالك في روايته . قلت : وكذا في رواية إبراهيم بن سعد التي خرجها البخاري هنا . قال : وإنما هو كساء أنبجاني ، والأنبجاني لا يونث ، إلا أن يكون أراد الخميصة أو الشملة.[xx]

"اور ابن عبد البرؒ نے ذکر کیا ہے کہ انبجانی زہری کی روایت میں مذکر ہے اور اسے صرف مالکؒ نے اپنی روایت میں مونث بنایا ہے۔میں نے کہا اور اسی طرح ابراھیم بن سعد کی اس روایت میں ہے جسے بخاریؒ نے

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

جہاں ہر بیان کیا ہے۔اس نے کہا اور وہ صرف انجانی کپڑا ہے اور انجانی مونث نہیں ہوتا مگر جب اس سے کرتا یا عبایاء(چادر) مراد لی جائے۔"

یہ مذکر ہے یا مؤنث اختلاف ہے اس سے انجانی کپڑا مراد ہے مؤنث تب ہو گا جب اس سے قمیض یا چادر مراد لی جائے۔

12. "خَرِبٌ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

لفظه : ((خرب)) رويت بالخاء المعجمة والباء الموحدة . ورويت : ((حرث)) بالحاء والثاء المثلثة . قال الإسماعيلي : من قال : ((حرث)) . فهو محتمل ؛ لأن ما حرث ولم يزرع أو زرع فرفع زرعه ، كانت الأخاديد والشقوق باقية في الأرض . يشير إلى أن ذلك يناسب قوله : ((فأمر بالحرث فسويت)) . قال : ومن قال : ((خرب)) فهو صحيح ؛ فهو جمع خربة أو خربة - بضم الخاء - وهو العيب ، كالجحر والشق ونحوه . قال : وأما ((الخرب)) فهو كقولك : مكان خرب - يعني : أنه يكون وصفا لمذكر . قال : والحديث خارج على تأنيث هذا الحرف ، فكأنه بالجمع أشبه . وقال الخطابي : روي ((خرب)) - يعني : بكسر الخاء وبفتح الراء - قال الليث : هي لغة تميم خرب ، والواحد خربة . قال : وسائر الناس يقولون : ((خرب)) - يعني : بفتح الخاء وكسر الراء - ، جمع خربة ، كما قيل : كلم جمع كلمة . ولعل الصواب ((الخرب)) پر پیشة الخاء جمع خربة وهي الخروق التي في الأرض ، إلا أنهم يقولونها في كل ثقبة مستديرة . قال : ولعل الرواية : ((الجرف)) جمع الجرفة ، وهي جمع الجرف ، كما قيل : خرج وخرجه ، وترس وترسه . قال : وأبين منها - إن ساعدت الرواية - : ((حدب)) جمع حدبة ، لقوله : ((فسويت)) ، وإنما يسوى المكان المحدودب ، أو ما فيه خروق ، فأما الخرب فتبنى وتعمر . انتهى ما ذكره .[xxi]

"خرب کا لفظ نقطے والی خاء اور ایک نقطے والی باء کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اور حرث حاء کے ساتھ اور تین نقطوں والی ثاء کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔اسماعیلی نے کہا جس نے حرث کہا تو اس کا احتمال ہے کیونکہ جو ہل چلایا جائے اور بویا نہ جائے یا بویا جائے پھر اس کی کھیتی بڑھ جائے تو نالیاں (نشانات) اور دراڑیں (شگاف) زمین میں باقی رہ جاتے ہیں۔انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان فأمر بالحرث فسويت کے مناسب ہے۔اس نے کہا اور جس نے خرب کہا تو وہ صحیح

ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

ہے۔ تو یہ خَرِبَۃٌ یا خُربۃ خاء پیش کے ساتھ کی جمع ہے اور یہ خامی (بگاڑ) ہے جسے بل (بھٹ) اور دراز (شگاف یا ان جیسی چیزیں)۔ اس نے کہا اور رہا خرب تو یہ تیرے مکان خرب کہنے کی طرح ہے یعنی کہ یہ مذکر کی صفت ہو۔ اس نے کہا اور حدیث میں اس حرف کی تانیث سے خالی ہے تو گویا کہ یہ جمع سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اور خطابیؒ نے کہا خِرَب یعنی خاء کی زیر اور راء کی زبر کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ امام لیث نے کہا خِرَب تمیم کی لغت ہے اور اس کی مفرد خَرِبۃ ہے۔ اس نے کہا تمام لوگ خرِب یعنی خاء کے زبر اور راء کی زیر کے ساتھ خَرِبۃ کی جمع کہتے ہیں۔ جیسے کلم کلمة کی جمع کہا گیا ہے اور شائد درست الخُرب خاء کی پیش والا خُربة کی جمع ہے اور یہ زمین کے شگاف ہیں مگر وہ اس لفظ کو ہر گول درز پر بولتے ہیں۔ اس نے کہا اور شائد روایت الجُرف جرفة کی جمع اور یہ الجُرُف کی جمع ہے جیسے خُرج اور خرِجة ، ترس اور ترسه کہا جاتا ہے۔ اس نے کہا اور اس سے واضح اگر روایت ساتھ دے حدب حدية کی جمع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان منسویت کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور بیشک اونچی نیچی جگہ یا جس میں شگاف ہوں اس کو برابر کیا جاتا ہے۔ تو رہی ویران جگہ تو اسے تعمیر اور آباد کیا جاتا ہے۔"

دونوں اعراب اگر حرث ہو تو پر پیش یہ ہو گا کہ ھل چلایا جائے مگر بوی نہ جائے اور اگر کھیتی بڑھ جانے کٹنے کے بعد نالیاں اور نشانات زمین میں رہ جاتے ہیں وہ مراد ہیں۔ مگر جرف ہی زیادہ صحیح اور درست ہے یہ جرفہ کی جمع مستعمل ہے خ اگر پر پیش ہو تو یہ عیب خامی اور بیگاڑ کے معنی میں ہو گا۔ اور اگر پر زبر ہو تو خراب اور ویرانہ۔ بیابان وغیرہ بے آباد خ پر زیر بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ تمیم کی لغت ہے۔ خ پر زبر اور ر پر زیر۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ اس سے زمین کے شگاف مراد ہیں گول درز پر بھی بولا جاتا ہے جرف بھی پڑھا گیا ہے۔ حدب۔ بھی پڑھا گیا ہے اس سے مفہوم یہ ہو گا نشیب و فراز، اونچی نیچی جگہ۔

علامہ جوہریؒ نے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔[xxii]

13. "حُدَیَا" اعراب اور معنی کی وضاحت:

والحدياة : الحدأة . والرواية المشهورة : حدياة بضم الحاء وتشديد الياء ، وقيل إن الصواب : حديأة بتخفيف الياء وبعدها همزة ، وهو تصغير حدأة[xxiii].

"اور الحدياة چیل ہے اور مشہور روایت حديّاة حاء کی پیش اور یاء کی تشدید کے ساتھ ہے اور کہا گیا کہ درست حُديأة (ہے) حاء کی تخفیف کے ساتھ اور اس (یاء) کے بعد ھمزہ ہے اور یہ حِدأة کی تصغیر ہے۔"

ح پر پیش اور یا پر شد۔ مگر درست یہ ہے کہ یا مخفف پڑھی جائے اور بعد ازاں ہمزہ۔ چیل مراد ہے۔

14. "یَعْدِلُهُ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

وقوله : ((فيعدله)) - بفتح الياء ، وكسر الدال . قال الخطابي : أي يقيمه تلقاء وجهه [xxiv].

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیعدله کہنا یاء کی زبر اور دال کی زیر کے ساتھ ہے۔ خطابی نے کہا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چہرے کے سامنے کھڑا کرتے۔"

ی پر زبر دال پر زیر یعنی عدل یعدل ضرب یضرب کے وزن پر مقصود یہ ہے کہ اسے اپنے چہرے کے سامنے کھڑا کیا۔

15. "وُتِرَ" اعراب اور معنی کی وضاحت :

قيل : معناه : حرب أهله وماله وسلبهما ، من وترت فلاناً إذا قتلت حميمه ، والوتر : الحقد ، بكسر
الواو ، ولا يجوز فتحها ، وذلك أبلغ من ذهاب الأهل والمال على غير هذا الوجه ، لأن الموتور يهم بذهاب ما ذهب منه ويطلب ثأره حتى يأخذ به وقيل : معناه : أفرد عن أهله وماله ، من الوتر - بكسر الواو وفتحها - ، وهو الفرد - أي : صار هو فرداً عن أهله وماله .وعلى هذا والذي قبله ، فالمعنى : ذهاب جميع أهله وماله . وقيل : معناه : قلل ونقص ، ومنه : قوله تعالى : (وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ) [محمد : 35] . و ((أهله وماله)) : روايتهما بنصب اللام ، على أنه مفعول ثان ل " وتر " ؛ لأن ((وتر)) و ((نقص)) يتعديان إلى مفعولين ، ولو روي بضم اللام على المفعول الأول لم يكن لحنا ، غير أن المحفوظ في الرواية الأول - : قاله الحافظ أبو موسى المديني وقال أبو الفرج ابن الجوزي في " كشف المشكل " : في إعراب الأهل والمال ، قولان : أحدهما : نصبهما ، وهو الذي سمعناه وضبطناه على أشياخنا في كتاب أبي عبيد وغيره ، ويكون المعنى : فكأنما وتر في أهله وماله ، فلما حذف الخافض انتصب . والثاني : رفعهما على من لم يسم فاعله ، والمعنى : نقصنا . وكأنه يشير إلى أن النصب والرفع يبنى على الاختلاف في معنى " وتر " : هل هو بمعنى : سلب ، أو بمعنى : نقص ؟ والله اعلم [xxv].

”کہا گیا ہے اس کا معنی (وترت فلانا) "جب وہ اپنے قریبی دوست کو قتل کرنے" سے حرب اهله وماله وسلبهما اس نے اس کے گھر والوں اور مال کو لوٹ اور چھین لیا۔ اور واؤ کی زیر کے ساتھ الوتر چھپی دشمنی کے معنی میں ہے اور اس کو زبر کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں اور یہ اس طریقہ کے علاوہ گھر والوں اور مال کے ضائع جانے سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جس کو تکلیف پہنچی ہو وہ جو اس سے چھن گیا ہو اسے (چھین) لانے اور بدلہ کے مطالبہ کا ارادہ کرتا ہے یہاں تک وہ اسے حاصل کر لے۔ یہ (وترت فلانا) سے ماخوذ ہے اپنے قریبی دوست کو قتل کرنا۔ واؤ پر زیر کے ساتھ مخفی دشمنی میں استعمال ہوتا ہے زبر کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں اور اگر زبر کے ساتھ پڑھیں گے تو معنی ہو گا کہ وہ اپنے گھر والوں اور مال سے الگ ہو گیا وہ تنہا ہے دونوں مفہوم اگر اکٹھے کر لیے جائں تو مطلب یہ ہو جائے گا کہ تمام اہل وعیال اور مال کا چلے جانا یعنی ضائع ہو جانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی کم ہو جانا نقص آجانا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ وہ ہر گز تمہارے اعمال سے کم نہ کرے گا۔ اور کہا گیا وَتر واؤ کی زبر و زیر کے ساتھ اس کا معنی وہ اپنے گھر والوں اور مال سے الگ ہو گیا اور وہ تنہا شخص ہے یعنی وہ اپنے گھر والوں اور مال سے الگ تھلگ ہو گیا۔ تو اس کا مفہوم اور جو اس سے پہلے بتایا گیا اس کی بنیاد پر معنیٰ تمام گھر والوں اور مال کا چلا جانا ہے۔ اور کہا گیا اس کا معنی اس نے کمی اور نقصان کیا اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ولن يتركم اعمالكم (اور وہ ہر گز تم سے تمہارے اعمال کم نہ کرے گا) (محمد:35) ہے۔ اور اهله اور ماله کی روایت وتر کے مفعول ثانی ہونے کی بنیاد پر لام کی زبر کے ساتھ ہے۔ کیونکہ وتر اور نقص دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور اگر مفعول اول ہونے کی بنیاد پر لام کی پیش کے ساتھ روایت کیا جائے تو غلط نہ ہو گا علاوہ اس کے کہ روایت میں پہلا (زبر کے ساتھ) ہی محفوظ ہے یہ بات حافظ ابو موسیٰ مدینی نے کہی ہے۔ اور ابو الفرج ابن جوزی نے كشف المشكل میں اهل اور مال کے بارے میں دو اقوال بتائے ہیں: ان میں سے ایک ان دونوں کو زبر کے ساتھ پڑھنا یہ وہی ہے جسے ہم نے سنا اور ابو عبید وغیرہ کی کتاب میں اپنے مشائخ سے ضبط کیا ہے اور معنی فكانما وتر اهله وماله (تو گویا کہ وہ اپنے گھر والوں اور مال میں ہلاک ہو گیا) ہو گا تو جب جر دینے والا (حرف) حذف کیا گیا تو اس نے زبر دے دی۔ اور دوسرا: ان کے نائب الفاعل ہونے کی بنیاد پر دونوں کے رفع کے ساتھ اور معنی وہ دونوں کم ہو گئے۔ اور گویا کہ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ رفع اور نصب وتر کے معنی میں

اختلاف کی بنیاد پر ہے کہ وہ سلب کے معنی میں ہے یا نقص کے معنی میں"

اھله وماله لام منصوب کے ساتھ اس لیے کہ یہ دونوں مفعل ثانی ہیں وتر کے اور اس لیے بھی کہ وتر اور نقص دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور اگر ان پر رفع پڑھا جاتے تو بھی غلط نہ ہو گا۔ ابو الفرجؒ نے بھی اعراب میں یہی دونوں قول نقل کیے ہیں ایک نصب کہ مفعول ثانی ہیں۔ اھلہ ومالہ لام منصوب کے ساتھ اس لیے کہ یہ دونوں مفعل ثانی ہیں وتر کے اور اس لیے بھی کہ وتر اور نقص دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور اگر ان پر رفع پڑھا جاتے تو بھی غلط نہ ہو گا۔ ابو الفرج نے بھی اعراب میں یہی دونوں قول نقل کیے ہیں ایک نصب کہ مفعول ثانی ہیں۔ دوسرا مرفوع کے مفعول مالم یسم فاعہ ہیں گویا کہ نصب کا اختلاف وتر کے معنی کے اعتبار سے بھی ہے کہ وہ سلب کے معنی میں ہے یا نقص کے معنی میں۔ دوسرا مرفوع کے مفعول مالم یسم فاعہ ہیں گویا کہ نصب کا اختلاف وتر کے معنی کے اعتبار سے بھی ہے کہ وہ سلب کے معنی میں ہے یا نقص کے معنی میں۔

علامہ جوہریؒ لکھتے:وتر حقه ای نقصه[xxvi]۔یعنی اس کا حق کم کر دیا۔

علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:من وترت الرجل اذا قتلت له قتيل[xxvii]۔"جب تم کسی کے حقیقی رشتے دار کو قتل کر دو"

علامہ رازیؒ لکھتے ہیں:لا ينقص من اعمالكم شئً[xxviii]۔"یعنی وہ تمہارے اعمال میں بالکل کمی نہ کرے گا"

علامہ الوسیؒ رقمطراز ہیں:لن ينقصكم[xxix]۔"ہر گز وہ کم نہ کرے گا"

علامہ طبریؒ لکھتے ہیں:لن يظلمكم اعمالكم[xxx]۔"وہ ہر گز تمہارے اعمال کے بارے میں ظلم نہ کرے گا"

علامہ ابن عاشورؒ رقمطراز ہیں: وتر يتراذا نقصه[xxxi]۔

16. "يَتَعَاقَبُونَ" فعل فاعل اور معنی کی وضاحت:

قوله : " يتعاقبون فيكم ملائكة " جمع فيه الفعل مع إسناده إلى ظاهر ، وهو مخرج على اللغة المعروفة بلغة " أكلوني البراغيث " ، وقد عرفها بعض متأخري النحاة بهذا الحديث ، فقال : " هي لغة يتعاقبون فيكم ملائكة "[xxxii].

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا يتعاقبون فيكم ملائكة فرمانا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فعل کی نسبت اسم ظاہر کی طرف ہونے کے باوجود اس کو جمع کے صیغے سے ذکر کیا ہے۔ یہ معروف لغت اکلونی البراغیث پر تخریج ہے۔اور بعض متاخرین نحویوں نے اسے اس حدیث سے پہچانا ہے تو انہوں نے کہا یہ لغت يتعاقبون فيكم ملائكة ہے۔"

یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ فعل جمع اس لیے لایا گیا کہ فاعل ظاہر جمع ہے اور تمام معروف اور قانون یہی ہے۔ لغوی طور پر اسے (اکلونی البراغیث) سے استخراج کیا ہے جبکہ متاخرین نحویوں نے قران مجید کی اس آیت کریمہ سے استخراج کیا ہے۔

17. "تُضَارُّونَ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

وروىت : (تضارون) بتشديد الراء وتخفيفها . فمن رواه بالتشديد ، فالمعنى : لا يخالف بعضكم بعضاً فيكذبه ، كما يفعل الناس في رؤية الأشياء الخفية عليهم كالأهلة . يقال : ضاررته مضارة إذا خالفته ، ومنه سميت الضرة لمخالفتها الأخرى . وقيل : المعنى : لا تضايقون ، والمضارة : المضايقة - : ذكره الهروي . ومن رواه بتخفيف الراء ، فهي من الضير ، والضير : الضر ، يقال : ضاره يضيره ويضروه ، إذا ضره . وهي قريبة من المعنى إلى الأولى[xxxiii] .

"اور تضارون راء کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ تو جس نے اسے تشدید سے روایت کیا ہے تو معنی یہ ہو گا کہ (تمہارا بعض بعض کی) تم ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرے کہ وہ اسے جھٹلائے جیسے لوگ ان چیزوں کے دیکھنے میں کرتے ہیں جو ان پر مخفی ہوتی ہیں جیسے چاند، کہا جاتا ہے ضاررته مضارة جب آپ اس کی مخالفت کریں اور اسی سے اس کی دوسری (سوتن) سے مخالفت کی وجہ سے اس کا نام الضرة کا نام رکھا گیا۔ اور کہا گیا کہ معنی لا تضايقون (تم کسی کو کسی بات میں تنگ نہ کرنا) اور والمضارة: المضايقة (کسی کو کسی بات میں تنگ کرنا) ہے یہ بات امام زہریؒ نے ذکر کی ہے۔ اور جس نے اسے را کی تخفیف سے روایت کیا ہے تو یہ الضير (نقصان پہنچانا) سے ہے اور الضير، الضر (تکلیف) ہے جب وہ اسے تکلیف پہنچائے تو ضاره، يضيره ويضروه کہا جاتا ہے اور یہ پہلے معنی کے قریب ہے۔"

را پر شد اور مخفف دونوں اگر پر شد ہو تو معنی ہو گا کہ تم ایک دوسرے ی مخالف نہ کرو کہ جھٹلاؤ جیسے کہ لوگ ان چیزوں کے دیکھنے میں جو مخفی ہیں جھٹلاتے ہیں اسی سے ضآرتہ نکلا ایک دوسری کی مخالفت کرنا اور اسی مناسبت سے سوتن سوکن کا نام عربی میں الضرۃ رکھا گیا ہے اور بعض حضرات نے اس کا معنی مضائقہ تنگی بھی کیا ہے۔ اور اگر مخفف پڑھا جائے تو بھی معنی نقصان دینا، نقصان پہچانا۔ تکلیف دینا تکلیف پہنچانا۔ بہر حال پہلے مفہوم کے قریب قریب ہے۔

18. "تُشْرِقُ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

وقوله : (حتى تشرق الشمس) هكذا الرواية : (تشرق) بضم التاء وكسر الراء ، من قولهم : أشرقت الشمس . وزعم بعضهم : أن الصواب : (تشرق) بفتح التاء ، وضم الراء ، من قولهم : شرقت الشمس ، إذا طلعت . قال : ومعنى أشرقت : أضاءت وصفت . قال : والمناسب هنا ذكر طلوعها ، لا ذكر إضاءتها وصفائها . وهذا ليس بشيء ، والصواب : (تشرق) ، والمعنى : حتى ترتفع الشمس ، كما بوب عليه البخاري [xxxiv].

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حتیٰ تشرق الشمس فرمانا۔ان کے اشرقت الشمس کہنے سے۔تُشرِق تاء کی پیش اور راکی زیر کے ساتھ روایت ہے۔ان کے بعض کا خیال ہے کہ تَشرُق تاء کی زبر اور راکی پیش کے ساتھ درست ہے۔ ان کے سورج کے طلوع کے وقت شرقَت الارض کہنے سے۔اس نے کہا أشرقت کا معنی وہ روشن اور صاف ہوا ہے۔اس نے کہا اور یہاں اس کے طلوع ہونے کو ذکر کرنا مناسب ہے۔اس کے روشن اور صاف ہونے کو نہیں۔اور یہ کوئی چیز نہیں اور درست تُشرق ہے اور معنی "یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے" ہے جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے۔"

ت پر پیش یعنی باب افعال سے ہو گا اور بعض کا خیال یہ ہے کہ ت پر زبر کے ساتھ تو تب باب نصر ینصر استعمال ہو گا تو پر پیش یہ ہو گا کہ روشن ہو گیا صاف ہو گیا مگر یہاں مطلوب طلوع ہے نہ کہ شروق ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں معنی سورج کا بلند اور روشن ہونا مراد ہے۔

علامہ جوہریؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔[xxxv]

19. "اَلْسَامِرُ" واحد جمع اور معنی کی وضاحت :

(السامر) : من السمر ، والجمع : السمار ، والسامر هاهنا في موضع الجمع . (السمر) : هو التحدث بالليل ، وقوله تعالى : (مستكبرين به سامراً) [المؤمنون : 67] هو من السمر ، ومعناه هنا : الجمع - أي : سماراً . فسمار جمع ، وسامر يكون مفرداً ، وقد يراد به الجمع [xxxvi].

"السامر السمر سے ہے اور جمع السمار اور السامر یہاں جمع کے مقام پر ہے۔السمر یہ رات کو گفتگو کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مستكبرين به سامرا(تکبر کرتے ہوئے رات کو باتیں کرتے ہوئے اسی کے بارے میں) المؤمنون:67 فرمانا یہ السمر (رات کے وقت باتیں کرنا) سے ہے اور یہاں اس کا معنی

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

جمع یعنی "سمارا" ہے۔تو سمار جمع ہے اور سامرا مفرد اور کبھی کبھار اس سے جمع بھی مراد لی جاتی ہے۔"

یہ السمر سے ہے جمع اس کی سمار آتی ہے اور سامر یہاں جمع کے معنی دے رہا ہے اور یہ ہوتا ہے رات کے وقت گفتگو اور بات چیت سمار کبھی مفرد بھی ہوتا ہے۔

علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں:وهو الحديث باالليل [xxxvii]۔"یعنی رات کو گفتگو کرنا"

20. "اَلْمِهْنَةُ "اعراب اور معنی کی وضاحت

((المهنة)) - بكسر الميم وفتحها - الخدمة . ومنهم من أنكر الكسر ، قَالَ الأصمعي : هُوَ خطأ . قَالَ الزمخشري : هُوَ عِنْدَ الأثبات خطأ . قَالَ : وكان القياس لَوْ قيل مثل جلسة وخدمة [xxxviii].

"المهنة میم کی زیر اور اس کی زبر کے ساتھ۔ خدمت کے معنی میں ہے۔ اور ان میں سے بعض نے زیر کا انکار کیا ہے۔ اصمعی نے کہا یہ غلط ہے۔ زمخشریؒ نے کہا محققین کے نزدیک یہ غلط ہے اور اس نے کہا اگر جلسة اور خدمة کی طرح کہا جائے تو یہ قیاس ہے۔"

21. "إَسْكَاتَةُ" وزن اور معنی کی وضاحت :

قوله : ((إسكاتة)) وزن إفعالة ، من السكوت ، ومعناه : سكوت يقتضي بعده كلاماً ، أو قراءة مَعَ قصر المدة فِيهِ ، وإنما أراد ترك رفع الصوت ، ألا تراه يَقُول : مَا تَقُول فِي إسكاتك [xxxix].

"اس کا (اسكاتة) کہنا سکوت سے إفعالة کا وزن ہے۔ اور اس کا معنی ایسا وقفہ / خاموشی جس کا بعد کلام کا تقاضا کرتا ہو یا اس میں تھوڑے وقت کے لیے پڑھنا اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم آواز کو بلند کرنا ترک کیا کیا تو دیکھتا نہیں کہ اس نے کہا ما تقول فی إسکاتک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سکتوں میں کیا کہتے ہیں؟"

سکوت خاموشی۔ افعالہ اوزن ایسا سکوت اور خاموشی جس کے بعد گفتگو اور کلام ہو۔ یا قراءت ہو۔ یہاں مراد آواز کو بلند کرنے سے احتراز ہے بالکل خاموشی نہیں ہے۔

22. "خَشِيْشُ"اعراب،وزن اور معنی کی وضاحت:

قَالَ نَافِع : حسبته من خشيش الأرض - أو خشاش . قَالَ الخطابي : خشيش ليس بشيء ، إنما هُوَ خشاش - بر زبرة الخاء - ، وَهُوَ حشرات الأرض وهوامها ، فأما الخشاش - بكسر الخاء - ، فهو العود الَّذِي يجعل فِي أنف البعير . وفي ((الفائق)) : خشاش الأرض : هوامها . الواحدة : خشاشة ، سميت بذلك لاندساسها فِي التراب من خش فِي الشيء إذا دَخَلَ فِيهِ ، يخش وخشه غيره فخشه ، ومنه الخشاش ؛ لأنه يخش فِي أنف البعير ، انتهى[xl] .

”نافعؒ نے کہا میں اسے خشیش الارض یا کیڑوں مکوڑوں سے خیال کرتا ہوں خطابیؒ نے کہا خشیش کوئی بھی چیز نہیں وہ تو صرف خاء نے زبر والا خَشَاش ہے اور وہ زمین کے حشرات اور رینگنے والے کیڑے مکوڑے ہیں تو رہا خِشاش خاء کے کسرہ کے ساتھ تو وہ اونٹ کی ناک میں ڈالی جانے والی لکڑی ہے۔اور فائق میں ہے خشاش الارض سے مراد زمین کے رینگنے والے کیڑے مکوڑے ہیں اس کی واحد خشاشة ہے ان کا یہ نام اس کے مٹی میں داخل ہونے کی وجہ سے اور خَشَّ فی الشیء سے جب وہ اس میں داخل ہو جائے سے رکھا گیا ہے۔یخُشُّ و خشّه غیرہ فخشه اور اسی خشاش ہے کیونکہ اسے اونٹ کی ناک میں داخل کیا جاتا ہے۔“

زمین کے کیڑے مکوڑے۔اعراب کے فرق سے معنی میں فرق واضح ہے کہ (خشاش)خ پر زبر زمین کے کیڑے مکوڑے رینگنے والے۔ح پر زیر ہو تو وہ لکڑی جو نکیل کے ساتھ اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے کیڑے مکوڑے ترجمہ ہو تو جمع جشاشتہ آئے گی فلشۃہو تو وہ لکڑی مراد ہو گی جو اونٹ کی نکیل کے ساتھ ناک میں ڈالی جاتی ہے۔

23. ”آمِیْنُ “اعراب اور معنی کی وضاحت:

وفي ((آمين)) لغتان : المد ، والقصر ، والميم مخففة ، وحكي عن بعضهم تشديدها ، وقالوا : معناها قاصدين نحوك . وزعم بعضهم أن آمين اسم من أسماء الله . وفيه أقوال أخر لا تكاد تصلح[xli] .

”اور" آمین "میں مد اور قصر کے ساتھ دو لغات ہیں اور میم مخففہ ہے اور ان میں سے بعض سے اس کا شد سے ہونا بیان کیا گیا ہے۔اور انہوں نے کہا اس کا معنی "ارادہ کرنے والے ہیں تیری طرف" اور ان میں سے بعض کا خیال آمین اللہ کے ناموں میں سے نام ہے اور اس میں دیگر کئی اقوال ہیں ۔“

آمین میں دو طریقے ہیں مد کے ساتھ اور بغیر مد کے اور م مخفف بعض نے پر شد بھی پڑھا ہے پر پیش یہ ہو گا کہ تیری طرف کا

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

ارادہ ہے اور کچھ کا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔

24. " اَللَّجَة "اعراب اور معنی کی وضاحت:

و ((اللجة)) - بفتح اللام وتشديد الجيم - : اختلاط الأصوات والضجات، و ((الرجة)) - بالراء - مثلها[xlii]

"اور (اللجَّة) لام کی فتحہ اور جیم کی تشدید کے ساتھ۔ آوازوں اور شور کا خلط ملط ہو جانا اور الرجة را کے ساتھ اسی طرح ہے۔"

لام پر زبر ج پر شد۔ آواز اور شور کا اختلاط۔ رجہ بھی پڑھا گیا ہے معنی ایک ہی ہو گا۔

25. "هَنِيْةُ "اعراب اور معنی کی وضاحت:

وقوله : ((هنَّية)) ، هو بالياء ال پر شدة بغير همز ، ويروى بالهمز ، ويروى ((هنيهة)) بهاءين ، والكل بمعنى ، وهو تصغير ((هنَّة)) ، وهي كلمة يكنى بها عن الشيء ، أي : شيئاً قليلاً من الزمان[xliii].

"اور آپ کا هُنَيَّة کہنا یہ همزہ کے بغیر یاء پر شد کے ساتھ سے نیز همزہ کے ساتھ اور دوھاووں کے ساتھ هُنَيَّة بھی روایت کیا گیا ہے اور یہ تمام ایک ہی معنی میں ہیں۔ اور یہ ایک کلمہ ہے اس کے ساتھ کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے یعنی زمانے (وقت) سے تھوڑی چیز (عرصہ)"

یا پر شد اور بغیر ہمزہ کے بعض نے دوھا کے ساتھ بھی روایت کیا ہے معنی ایک ہی ہے ہنۃ کی تصغیر ہے کسی کی طرف اشارہ کرنا اور یہاں مراد تھوڑی سی چیز یا وقت۔

26. "اَلدَّثُوْرُ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

و ((الدثور)) : جمع دثرٍ ، بفتح الدال ، وهو : المال الكثير[xliv] .

"اور (الدُّثُور) دَثْرٍ (دال کی زبر کے ساتھ) کی جمع ہے اور یہ زیادہ مال کو کہتے ہیں۔"

اعراب بیان کیا گیا ہے۔ د پر زبر بہت زیادہ مال و دولت۔

27. "اَلْجَوْبَةُ" اعراب اور معنی کی وضاحت:

و ((الجوبة)) - بفتح الجيم - : الفجوة بين البيوت ، والفجوة متسع في الأرض - وغيرها - فارغ . وقال الخطابي : المراد بالجوبة : الترس . قال : وفي حديث أخر : ((فبقيت المدينة كالترس)) ، والمراد : أنها بقيت في استدارتها غير ممطورةٍ .ورواه

بعضهم : ((الجونة) - بالنون - ، وهو تصحيفٌ . والمراد : أن السحاب انكشط عن المدينة وبقي على ما حولها.[xlv]

"اور (الجَوبة) جیم کے زبر کے ساتھ گھروں کے درمیان خالی جگہ۔اور فجوة زمین اور اس کے علاوہ میں وسیع اور خالی جگہ ہے۔اور خطابی نے کہاجو بہ سے مراد ڈھال ہے۔اس نے کہاایک دوسری حدیث میں ہے(فبقيت المدينة كالقرس)اور مراد یہ ہے کہ وہ مدینہ اپنی گولائی میں ناتمام باقی رہا۔اور بعض نے اسے نون کے ساتھ ((الجَونة)روایت کیاہے اور یہ تصحیف(حروف میں اشتباہ کی وجہ سے ان کی اصل وضع سے ہٹنا)ہے۔اور مرادیہ ہے کہ بادل مدینہ سے دور ہوگئے اور گردونواح پر باقی رہا۔"

یہاں اعراب بیان کرتے ہوئے لغوی معنی واضح کیا گیاہے۔اگر پر زبر ہو تو گھروں کے درمیان خالی جگہ پر بولا جاتاہے اور اگر "فجوة"ہو تو مطلق وسیع اور خالی جگہ مراد ہوتی ہے۔مگر ترس یعنی ڈھال مراد لیا گیاہے۔اور کچھ روایات میں ترس۔گولائی معنی ہے۔باقی رہ گیااور کچھ نے اسے جونہ بھی بیان کردیاہے مگر یہ تصحیف ہے مقصود یہ ہے کہ بادل مدینہ سے چھٹ گئے۔ دور ہوگئے۔

28. "عَزَالِيْ" واحد جمع اور مفہوم:

. قال : والعزالي جمع عزلاء ، وهي عروة المزادة ، يخرج منها الماء بسعة . وقال غيره : العزلاء : فم المزادة الأسفل ، وتجمع على عزالى وعزالي - بكسر اللام وفتحها - كالصحاري والعذاري

"اس نے کہا عزالی عزلاء کی جمع ہے اور یہ مشکیزہ کا حلقہ (منہ) ہے اس سے پانی کشادگی کے ساتھ نکلتا ہے۔اور دوسروں نے کیا العزلاء مشکیزے کا نچلا منہ ہے اور الصحاری،العزاری کی طرح اس کی جمع بھی لام کی زیر اور زبر کے ساتھ عزالی اور عزاتی لائی جاتی ہے۔"

یہ عزلاء کی جمع ہے۔مشکیزے کے منہ پر بولا جاتاہے پانی آسانی سے نکل جاتاہے۔کچھ حضرات نے اس کا معنی کیاہے کہ نچلا والا حصہ یامنہ۔

29. "اَلْنَفْرُ" واحد جمع اور مفہوم:

قال : والصرم : النفر النازلون على ماء ، وتجمع على أصرام ، فأما الصرمة - بالهاء - فالقطعة من الإبل نحو الثلاثين عددا

”اس نے کہا اور الصرم پانی پر اترنے والی جماعت ہے اور اس کی جمع اَصرام لائی جاتی ہے تو رہا کے ساتھ الصرمۃ تو یہ عدد میں تیس کے قریب اونٹوں کا ریوڑ ہے۔“

صرم کی جمع اصرام آتی ہے۔ اس کا معنی پانی پر اترنے والی جماعت ہے۔ اور اگر الصرمہ ہو تو تیس کے قریب اونٹوں پر بولا جاتا ہے۔

اس باب کی فصل سوم نحوی مباحث پر مشتمل ہے اس میں کلمات و الفاظ کی نحوی اعتبار سے وضاحت و شرح ہے اولا ضمیر منفصل کی وضاحت و استعمال ذکر کیا گیا ہے۔ الاساود انتہائی زہریلہ سانپ، حتی جب حین کا معنی دے رہا ہو تو کیا کیفیت ہو گی، بھم واحد جمع کی وضاحت کے ساتھ کہ یہ چرواہوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور اونٹوں کی صفت تھی محیض مصدر ہے مراد حیض کی جگہ نفاس اور محیض کے خون کی وضاحت اور تفصیل، جرف اعراب کے ساتھ کہ یہ مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے ، خرب اعراب کی وضاحت کے ساتھ یہ بیان کہ ویرانے پر بولا جاتا ہے۔ وتر اعراب کی وضاحت اور معنی کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کہ ہلاکت اور بربادی، تضارون ایک دوسرے کی مخالفت کرنا، دھکم پیل سے کام لینا تشرق چمک وغیرہ، سمرات کے وقت چاند کی روشنی میں گفتگو کرنا۔ اللجۃ آوازوں کا شور، صرم پانی پر اترانے والی جماعت۔

نتائج تحقیق:

اس مقالے میں ہم نے فتح الباری از ابن رجب حنبلی میں بیان کردہ صرف و نحو سے متعلق مباحث کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی زبان خالصتاً عربی ہے، جو مسلمانوں کے درمیان ایک عالمی، مستحکم اور دائمی رشتہ قائم کرتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کا صحیح فہم اور ان کے اصل ماخذ قرآن و حدیث تک رسائی کے لیے عربی زبان و ادب میں مہارت ضروری ہے۔ جیسے جیسے اسلام کا دائرہ وسیع ہوا، اور غیر عرب مسلمان ہوئے، قرآن و حدیث کی تفہیم میں کئی چیلنجز سامنے آئے۔ ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف علوم کی تدوین کی گئی، جن میں علم صرف و نحو کی اہمیت بڑھ گئی۔

اس تحقیق میں مختلف لغوی اصطلاحات جیسے "النبذۃ"، "ظِفَارٌ" اور "الفرِصَۃ" کی وضاحت کی گئی ہے، جن کی درست تفہیم قرآن و حدیث کی صحیح تشریح کے لیے ضروری ہے۔ ابن رجب حنبلی نے فتح الباری میں ان مباحث کو بیان کرتے ہوئے صرف و نحو کے اصولوں کو نہ صرف سمجھایا بلکہ ان کے ذریعے قرآن و حدیث کی عمیق تفہیم کے امکانات کو بھی اجاگر کیا ہے۔ اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صرف و نحو کی مہارت قرآن و حدیث کی صحیح تفہیم کے لیے لازمی ہے اور اس علم کا گہرا فہم مسلمانوں کے دین کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس تحقیق میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ جب اسلام جزیرہ عرب تک محدود

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

تھا، تو عربی زبان کے حامل مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی تفہیم میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ تاہم، جیسے ہی اسلام کے پیروکار غیر عرب علاقوں تک پھیلنے لگے، قرآن وحدیث کی تشریح میں نئی زبانوں اور ثقافتوں کا اثر پڑا، جس سے تفہیم میں پیچیدگیاں آئیں۔ اس مسئلے کا حل کرنے کے لیے عربی زبان کے صرف ونحو کو علم کا حصہ بنایا گیا تاکہ غیر عرب مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی درست سمجھ حاصل ہو سکے۔ علم صرف ونحو نے ان اصطلاحات اور جملوں کی ساخت کو سمجھنے میں مدد دی، جو قرآن وحدیث میں اہمیت رکھتی ہیں، اور اس سے ان کی صحیح تفسیر ممکن ہوئی۔

مزید برآں، فتح الباری کی تفصیلی وضاحت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی علوم کے تمام شعبوں میں عربی کے علم کا بنیادی کردار ہے۔ ابن رجب حنبلی نے اپنے مؤلفے میں اس بات کو اجاگر کیا کہ صرف ونحو کی دقیق تعلیمات کی مدد سے اسلامی متون کو زیادہ واضح اور درست طریقے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد صرف ونحو کے اصولوں کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے اور اس بات پر زور دینا ہے کہ قرآن وحدیث کی گہرائی میں جانے کے لیے ان علمی بنیادوں کو مضبوط کرنا ضروری ہے۔ اس سے نہ صرف قرآن وحدیث کی تفسیر میں سہولت ملتی ہے، بلکہ مسلمانوں کی دین سے وابستگی اور فہم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

سفارشات:

1. **عربی زبان وادب کی تعلیم کو فروغ دینا:** قرآن وحدیث کی صحیح تفہیم کے لیے عربی زبان اور اس کے فنون، خاص طور پر صرف ونحو، کو تعلیمی اداروں میں مضبوطی سے پڑھایا جائے تاکہ مسلم معاشروں میں عربی زبان کا فہم بڑھ سکے۔
2. **علمی تحقیق کو مزید فروغ دیا جائے:** اسلامی علوم کے مختلف شعبوں میں عربی گرامر اور لسانیات کے اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مزید تحقیق کی جائے تاکہ ان علوم کو جدید تقاضوں کے مطابق بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔
3. **قرآن وحدیث کی تفہیم کے لیے زبان کی مہارت ضروری بنائی جائے:** مسلمانوں کو قرآن وحدیث کی تفہیم میں مشکل سے بچانے کے لیے انہیں عربی زبان کے قواعد وضوابط سکھائے جائیں تاکہ وہ دینی متون کو صحیح انداز میں سمجھ سکیں۔
4. **علم صرف ونحو کی اہمیت پر تدابیر اختیار کی جائیں:** اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ علم صرف ونحو کے ماہرین کی تربیت کی جائے تاکہ دینی کتب کی تفہیم میں ان علوم کا بھرپور استعمال کیا جا سکے۔

5. **غیر عرب مسلمانوں کے لیے ترجمہ اور تفہیم کے جدید طریقے اپنائے جائیں:** غیر عرب مسلمان جو عربی زبان سے ناواقف ہیں، ان کے لیے قرآن و حدیث کے معانی کی وضاحت کے جدید طریقے متعارف کروائے جائیں تاکہ وہ صحیح طور پر دین کو سمجھ سکیں۔
6. **کتب اور تحقیقی مواد کی ترجمہ کاری کی جائے:** قرآن و حدیث کی شرح و تفسیر پر مبنی اہم کتب کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جائے تاکہ دنیا بھر کے مسلمان ان علوم سے استفادہ کر سکیں۔
7. **دینی مدارس میں صرف و نحو کی جدید تدریسی حکمت عملی اپنائی جائے:** دینی مدارس میں صرف و نحو کی تدریس کے لیے جدید اور آسان تدابیر اختیار کی جائیں تاکہ طلباء ان علوم میں مہارت حاصل کر سکیں اور انہیں قرآن و حدیث کی تفہیم میں مدد ملے۔

حوالہ جات

[i] :ابن رجب، ابن شہاب الدین، فتح الباری فی شرح الصحیح البخاری، السودیہ: دار ابن حزم، 1996ء، کتاب الحیض، باب الطیب للمراۃ عند غسلھا من المحیض(ج/ 1ص:404).

[ii] ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1956ء(ج/ 3 ، ص:513)

[iii] :ابن رجب، کتاب الحیض، ایضاً(ج/ 1ص:405).

[iv] جوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، بیروت: دار العلم والملائن، 1987ء(ج/ 2، ص: 730)

[v] :ابن رجب، کتاب الحیض، باب دلک المراۃ نفسھا اذا تطھرت من المحیض الخ(ج/ 1ص:408).

[vi] :ابن رجب، کتاب الصلاۃ، باب قبلۃ اھل المدینہ واھل الشام والمشرق(ج/ 2ص:232).

[vii] :ابن رجب، کتاب الصلاۃ، باب مایستر من العورۃ(ج/ 2ص:143).

[viii] :ابن رجب، کتاب الاستسقاء، مایقول اذا امطرت(ج/ 6ص:241).

[ix] :ابن رجب، کتاب الاِیمان، باب قول النبی ﷺ: انا اعلمکم باللہ(ج/ 1ص:111).

[x] :ابن رجب، کتاب الاِیمان، باب من الدین فرار من الفتن (ج/ 1ص:122).

[xi] :ابن رجب، ایضاً(ج/ 1ص:122).

[xii] :ابن رجب، کتاب الاِیمان، باب من احب الدین الی اللہ ادومہ(ج/ 1ص:163).

[xiii]:ابن رجب، کتاب الإیمان، باب سؤال الجبریل الی النبی ﷺ (ج/ 1ص:198).

[xiv]جوہری، الصحاح،5، 1875

[xv]:ابن رجب، کتاب الحیض، ایضاً(ج/ 1ص:346).

[xvi]:ابن رجب، ایضاً(ج/ 1ص:346).

[xvii]:ابن رجب، کتاب الحیض، باب من سمی النفاس حیضا(ج/ 1ص:359).

[xviii]:ابن رجب، کتاب التیمم، باب(ج/ 2ص:11).

[xix]:ابن رجب، کتاب التیمم، باب التیمم فی الحضر الی لم یجد الماء(ج/ 2ص:28).

[xx]:ابن رجب، کتاب الصلاۃ، باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام و نظر الی علمھا(ج/ 2ص:158).

[xxi]:ابن رجب، کتاب الصلاۃ، باب تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ(ج/ 2ص:319).

[xxii]جوہری، الصحاح،(ج/ 1، ص: 119)

[xxiii]:ابن رجب، کتاب الصلاۃ، باب نوم المراۃ فی المسجد (ج/ 2\ص:348).

[xxiv]:ابن رجب، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ الی الراحلۃ والبعیر والشجر والرحل (ج/ 2ص:521).

[xxv]:ابن رجب، کتاب مواقیت الصلاۃ، ایضاً(ج/ 3\ص:93).

[xxvi]:جوہری الصحاح،(ج/ 2، ص: 843)

[xxvii]:زمخشری، جار اللہ محمود بن عمر، تفسیری الکشاف، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س۔ن (ج/ 4 ص:332)

[xxviii]:رازی، تفسیر رازی، بیروت: دار صادر، 1998ء (ج/10ص: 68)

[xxix]: آلوسی، شہاب الدین محبود البغدادی، تفسیر روح المعانی، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س۔ن(13، 80)

[xxx]: تبری محمد بن جریر، تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القران، مصر، مکتبہ المصطفیٰ الحلبی البابی، 1954(ج/ 26ص: 64)

[xxxi]: ابن عاشور، شیخ محمد طاھر، التحریر والتنویر، المعروف ابن عاشور بیروت، موسسہ التاریخ، 2000ء(ج/ 26 ص: 110)

[xxxii]:ابن رجب، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ العصر (ج/ 3ص:109).

[xxxiii]:ابن رجب، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ الفجر (ج/ 3ص:164).

[xxxiv]:ابن رجب، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلاۃ بعد الفجر حتی ترتفع الشمس(ج/ 3ص:203).

[xxxv]:جوہری، الصحاح،4، 1501

[xxxvi]:ابن رجب، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب مایکرہ من السمر بعد العشاء(ج/ 3ص:287).

[xxxvii]:جوہری الصحاح،2، 688

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

[xxxviii]:ابن رجب، کتاب الآذان، باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلاۃ فخرج(ج/ 4ص:89).

[xxxix]:ابن رجب، کتاب الآذان، باب مایقول بعد التکبیر (ج/ 4ص:271).

[xl]:ابن رجب، کتاب الآذان، باب(ج/ 4ص:306).

[xli]:ابن رجب، کتاب الآذان، باب جھر الامام بالتامین(ج/ 4ص:385).

[xlii]:ایضاً

[xliii]:ابن رجب، کتاب الآذان، باب الاطمنانینۃ حین یرفع راسہ من الرکوع(ج/ 5ص:65).

[xliv]:ابن رجب، کتاب الآذان، باب ذکر بعد الصلاۃ(ج/ 5ص:187).

[xlv]:ابن رجب، کتاب الجمعۃ، باب الستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ(ج/ 5ص:389).